

حکومت پرستی کا شرک

سب سے عظیم ظلم ہے!

پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”قاصبر الحکم ربک لا تطعم منہم آتسا او کفوراً (الماعصر: ۲۴)

کہ اپنے رب کے حکم پر جھے رہو اور ان میں سے کسی گنہگار یا کافر کا کھامت مانو! مذکورہ بالا آیت میں صاف حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر مستقل مزاجی سے جھے رہنا چاہئے۔

اور گنہگار یا فاسق حکم اور لیڈروں کی بات نہیں مانتی چاہئے۔

مزید اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”واللہ یحکمکم لامعقب لکم“ (الرعد: ۴۱)

کہ اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے اور کوئی اس حکم کو پیچھے کرنے والا نہیں!

آج کل کی حکومتیں اللہ تعالیٰ کے احکام کو پس پشت ڈال کر اپنے حکم سے فیصلے کر رہی ہیں اور اللہ تعالیٰ میں کافروں کا خود ساختہ قانون چلا رہی ہیں۔ عوام سے مقدمات پر بھاری رقوم وصول کرتی ہیں حالانکہ قرآن کی رو سے کورٹ فیس بھی حرام ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے:

”وما اختلفتم فیہ من شیئ فحکمہ الی اللہ“ (الشوری: ۱۰)

اور جس جس بات میں اختلاف ہو تو اس کا حکم اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

”انفعيد الله يتقى حكما وهو الذي انزل اليكم الكتاب مفصلا“ (الانعام: ۱۱۴)

تو کیا میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا حکم تلاش کروں، اللہ تو وہ ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب اتاری ہے!

مذکورہ بالا حکم خداوندی ہی کی وجہ سے محمد علیٰ جنرہ صاحب اور یہاں مسلمانوں کی مسلم لیگ کے صدر نواب بہادر یار جنگ نے اعلان کیا تھا کہ مسلمانوں کو اپنی حکومتوں کے آئین بنانے کا کوئی حق نہیں، کیونکہ ان کے لئے بنا بنایا آئین قرآن کی صورت میں موجود ہے۔

مزید ارشاد ربانی ہے:

”يقولون هل لنا من الامر شيئا قل ان الامر كله لله“ (آل عمران: ۱۵۴)

پوچھتے ہیں کہ کیا ہمارا بھی کچھ اختیار چلتا ہے، آپ فرمادیجئے کہ اختیار تو سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔

مذکورہ بالا آیات شریفہ سے واضح ہو گیا کہ حکم، حکومت اور اختیار سب اللہ ہی کو تعلق ہے باقی مسلمانوں اور ان کے امراء کا تو صرف یہ کام ہے کہ اللہ کے حکم کے آگے تسلیم خم کرتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول کی مرضی کو نافذ کریں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مرضی وہی ہوتی تھی جو اللہ تعالیٰ کی ہوتی تھی، اسی طرح مسلمان حکومت کی مرضی بھی وہی ہوتی چاہیے جو اللہ اور اس کے رسول کی مرضی ہو۔

جہاں تک مغربی جمہوریت یا دین جمہوری کا تعلق ہے، اس کی اسلام میں کتنی گنجائش ہے، وہ آپ کو مندرجہ ذیل آیت سے معلوم ہو جائے گی:

”وان تطع اكثر من في الارض يضلونك عن سبيل الله“ (الانعام: ۱۱۶)

کہ دنیا میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے، کہ اگر آپ ان کا کہا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے پیچھے راہ کر دیں۔

اب اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے والی چند احادیث بھی سن لیجئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے:

”تسبدا القوم خادما“

کہ قوم کا امیر ان کا خادم ہوتا ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایسا میرا مریعلیکہ قام بغير طاعة الله فلا تطيعوه (المصنف عبدالرزاق

ج ۱۱ ص ۳۳۵)

کہ جو امیر تم پر مقرر ہو، اگر وہ اللہ کی اطاعت کے علاوہ تم کو حکم دے تو اس کا کہنا مت مانو
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا:

اگر میں سیدھا رہوں تو مجھ سے تعاون کرو، اگر میں کجی اختیار کروں تو مجھ سے سیدھا کرو
اور اگر میں ظالم اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو مجھ سے جہاد مت کرنا

مشہور محدث ابو عوانہ نے صحیح مسلم پر ایک مستخرج لکھی، جس میں وہ صحیح مسلم میں روایت
کردہ احادیث کو ان کی سند سے مختلف اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور اس طرح صحیح مسلم
کی روایات کو مزید تقویت بخشتے ہیں۔ ان کی سند میں اس موضوع پر تین احادیث ہیں جن میں
سے ایک ہم یہاں نقل کرتے ہیں:

ثم تخلق من بعدهم خلوف يتقون ما لا يعلمون ويفعلون ما

لا يؤمرون، فمن جاهدهم بيدا، فعدوا من ومن جاهدهم بلسانهم،

فعدوا من ومن جاهدهم بقلوبهم فهو مؤمن، ليس من وراة ذلك من

الايماة، حجة جعل، (مسند ابی عوانہ ج ۱ ص ۳۵، ۳۶ وروای ترمذی

مسلم و غیر بھی)

یعنی ان کے بعد ایسے حکام یا خلفاء آئیں گے جو زبان سے ایسی بات کہیں گے، جس پر

ان کا عمل نہیں ہوگا اور خود ایسے کام کریں گے جن کا حکم نہیں دیں گے، پس جو ایسے

(خلفاء) سے ہاتھ سے جہاد کرے گا وہ مومن ہے، جو ان کے خلاف زبان سے

جہاد کرے وہ بھی مومن اور جو ان کے خلاف دل سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے

اور جو کچھ بھی نہ کرے، اس کے لئے رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں!

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ایک اور حدیث میں ذل سے برا کہنے اور برا سمجھنے کو سب سے

کمتر ایمان قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بعد تو گویا ایمان باقی ہی نہیں رہتا۔

آج کل لوگ فساق و فجار حکام اور افسروں کی تقریفیں ان کے منہ پر کرتے اور ان کے حضور

سپاستا مے پیش کرتے ہیں۔ اس کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ حدیث بیان فرماتے ہیں کہ:

یعنی جب کسی فاسق کی مدح کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ غضب میں آجاتے ہیں۔ (المنظر المطالب
العالمیہ لابن حجر عسقلانی ج ۳، ص ۳)

اس میں شک نہیں کہ بعض مطالب پرست لوگ ایسے فاسق حکام سے راضی ہوتے ہیں جن سے
ان کو فائدہ پہنچ جائے یا دنیاوی فائدہ پہنچنے کا لالچ ہو۔ مگر اللہ نے صاف صاف اعلان کر دیا کہ:

”فان ترضوہم فان اللہ یرضی عن القوم الفاسقین“ (التوبة: ۹۶)

یعنی اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو اللہ فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہو سکتا۔

اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ حکم بھی دے دیا اور نبی سے کہلوا یا:

”فانقواللہ واطیعوا ولا تطیعوا امر المسرفین“ (الشعراء: ۱۵۱)

کہ اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو، اور حد سے بڑھ جانے والوں کا کہا مت مانو!

قرآن و سنت سے ہم نے حکومت پرستی پر مختصر اردنی ڈالی ہے مگر آج کل کے زمانے کے
لوگ جب تک یورپی مفکرین کے اقوال نہ سُن لیں، اس وقت تک ان کی تسلی نہیں ہوتی۔ اسلئے
ہم مغرب کے چوٹی کے بعض مفکرین کی آراء اور بالخصوص ایسے مفکرین کی آراء بھی پیش کرتے
ہیں جن کی تعریف و تہ صیغ میں ترقی پسند حضرات بھی رطب اللسان رہتے ہیں۔

برٹریڈ رسل جن کی تعریف کرنے سے ہمارے ترقی پسند حضرات کبھی نہیں چوکتے، ایک

مقام پر لیں لکھتے ہیں:

“ANCIENT ROME HAD SOMETHING OF THE DOCTRINE OF
STATE-WORSHIP.” (BASIC WRITINGS OF BERTRAND
RUSSELL)

یعنی قدیم روما میں حکومت کی پرستش کی قسم کا عقیدہ موجود تھا۔

مشہور ماہر تقابل ادیان A.C. BOUQUET لکھتے ہیں:

“ROMAN STATE WORSHIP HAS ITS COUNTER PART IN THE
MODERN LEADER-CULTUS, AND UNTILL RECENTLY IN
MIKADO-WORSHIP OF JAPAN.” (COMPARITIVE —
RELIGION BY A.C. BOUQUET, P. 26 - 1967 EDITION)

کہ ”روما میں جو حکومت پرستی کا عقیدہ تھا، اس کی نقل آج بھی جدید طرز کی لیڈر پرستی میں پائی

جاتی ہے۔ اور کچھ ہی عرصہ پہلے تک جاپان میں بادشاہ پرستی کی صورت میں پائی جاتی رہی ہے؛
یوگوسلاویہ کے مشہور کمیونسٹ گوزیلا لیڈر اور سابق نائب صدر جیلاس لکھتے ہیں:
"تمام قدیم معاشروں میں اجتماعی ملکیت مختلف صورتوں میں موجود رہی ہے۔ . . .
مصر میں پندرہویں صدی قبل مسیح کے بعد ہی زرعی زمین انفرادی ملکیتوں میں منتقل ہوئی
اس سے پہلے صرف مکانات ہی انفرادی ملکیت میں ہوتے تھے۔ زرعی زمین تمام حکومت
کی ہوا کرتی تھی اور سرکاری افسر اس کا انتظام کرتے اور لگان وصول کیا کرتے تھے۔"
مذکورہ بالا حالات سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ بادشاہوں اور مصر کے فرعونہ کو
خدائی مقام کیوں حاصل تھا؟

THIS HELPS TO EXPLAIN DEIFICATION OF THE
PHAROWHS OF EGYPT AND OF THE EMPERORS."

(THE NEW CLASS, P- 61)

مذکورہ بالا بیانات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قدیم مصر اور دیگر ممالک میں حکومت
کو خدائی مقام حاصل ہوا کرتا تھا۔ اور خاص کر روم میں تو باقاعدہ حکومت کی خدائی کا عقیدہ موجود
تھا۔ اب یہ معلوم ہے کہ جدید مغربی تہذیب دراصل رومی تہذیب ہی ہے، اس لئے حکومت
کی خدائی کا عقیدہ روپ بدل کر ان میں نمودار ہوتا رہا ہے۔
اٹھارویں صدی میں سر ولیم بلیک سٹون نے یوں اعلان کیا:

"THE KING NEVER DIES THAT THE KING CAN DO NO
WRONG" IS A NECESSARY AND FUNDAMENTAL PRINCIPLE
OF THE ENGLISH CONSTITUTION." (THE PENGUIN -
DICTIONARY OF QUOTATIONS) PAGE: 58.)

کہ "بادشاہ کبھی نہیں مرتا" یہ چیز انگریزوں کے آئین کی اہم اور بنیادی شق ہے، کہ
بادشاہ غلطی نہیں کر سکتا۔

پس ثابت ہوا کہ یورپ میں اٹھارویں صدی میں بھی حکومت کو نہ صرف خدائی مقام حاصل
تھا بلکہ بادشاہ کو ان کے زعم میں خدائی صفات بھی حاصل تھیں۔ جب ملکیت کا دور ختم ہوا تو
خدائی مقام اور خدائی صفات بھی ختم ہو گئیں۔

جب مسلمانوں نے مغرب کی ذہنی غلامی اختیار کی تو وہ بھی یورپی نظریات کی نقل آتارنے لگے۔ اور نگرہ بید کے بعد تک بھی مسلمانوں کی عدالتوں میں اسلامی قوانین پر عمل کیا جاتا تھا۔ مگر بیسویں صدی میں مغرب کی نقلی میں مسلمانوں کی عدالتوں میں اسلامی قانون کی بجائے انسانوں کے بنائے ہوئے مغربی قوانین رواج پا گئے۔

یورپ میں پہلے حکومت کی پرستش کو مذہب کی حیثیت حاصل تھی۔ مگر جب مذہب کا اثر یورپ میں کمزور پڑا تو حکومت پرستی کے فلسفے گھڑے جانے لگے۔ حکومت کی پرستش یا حاکم اعلیٰ کی پرستش کا مذہب یا نظریہ یورپ میں روما سے آیا ہے اور موجودہ مغربی تہذیب دراصل رومی تہذیب ہی ہے، برٹریٹڈ رسل لکھتا ہے:

"IN THE ROMAN EMPIRE THE EMPEROR WAS
DIFIED" (A HISTORY OF WESTERN PHILOSOPHY, P. 729)

کہ حکومت روما میں بادشاہ کو خدا کا مقام دیا جاتا تھا،
چھٹی اور ہیکل وغیرہ کا نام لیتا ہے۔ نطشے کے فلسفہ کا اس نے زیادہ تفصیل سے ذکر کیا ہے
وہ لکھتا ہے:

"BUT IN NIETZSCHE IT IS WORKED OUT, AND SET
UP IN CONCIIOUS OPPOSITION TO THE TEACHING OF
THE NEW TESTAMENT. IN HIS VIEW THE HERD -
HAVE NO VALUE ON THEIR OWN ACCOUNTS BUT
ONLY AS MEANS TO THE GREATNESS OF THE HERO -
WHO HAS A RIGHT TO INFLICT INJURY UPON THEM
IF THEREBY HE CAN FURTHER HIS OWN SELF -
DEVELOPMENT - - - GOD MUST BE DETHRONED TO
MAKE ROOM FOR EARTHLY TYRANTS." (POWER BY
BERTREND RUSSELL, P. 125)

ترجمہ: لیکن نطشے کے فلسفہ میں خدا کا نام لیتا ہے اور اس کو انجیل

کی تعلیم کے مقابلے پر پیش کیا گیا ہے۔ اس کے خیال میں عوام کی اپنی کوئی ذاتی قیمت یا حیثیت نہیں ہے۔ ان کی حیثیت صرف یہی ہے کہ وہ ہیرو کی عظمت کے لئے کام کریں اور ہیرو کا یہ حق ہے کہ وہ اپنے ذاتی مفاد اور ذاتی ترقی کے لئے عوام کو قربان کر دے یا ان کو نقصان اور تکلیف پہنچائے۔ خدا کو اس کے مقام سے ہٹانا ضروری ہے تاکہ زمین کے جباروں کے لئے جگہ خالی ہو جائے۔
ایک اور مقام پر برٹریٹڈ رسل لکھتا ہے :

THE VERY DIFFERENT CONCEPTIONS OF HUMAN LIFE ARE STRUGGLING FOR MASTERY OF THE WORLD - IN THE WEST WE SEE MAN'S GREATNESS IN INDIVIDUAL LIFE. A GREAT SOCIETY FOR US IS ONE WHICH IS COMPOSED OF INDIVIDUALS WHO, AS FAR AS IS HUMANLY POSSIBLE, ARE HAPPY, FREE AND CREATIVE - - - - WE ATTACH IMPORTANCE TO THE DIMINUTION OF SUFFERING AND POVERTY, TO THE INCREASE OF KNOWLEDGE AND THE PRODUCTION OF BEAUTY AND ART. THE STATE FOR US IS A CONVENIENCE, NOT AN OBJECT OF WORSHIP.

THE RUSSIAN GOVERNMENT HAS A DIFFERENT CONCEPTION OF THE ENDS OF LIFE. THE INDIVIDUAL IS THOUGHT OF NO IMPORTANCE. HE IS EXPENDIBLE WHAT IS IMPORTANT IS THE STATE, WHICH IS REGARDED AS SOMETHING ALMOST DIVINE AND HAVING A WELFARE OF ITS OWN NOT CONSISTING IN THE WELFARE OF THE CITIZEN - THIS VIEW WHICH MARKS TOOK OVER FROM HEGEL, IS OPPOSED TO THE

CHRISTIAN ETHIC, WHICH IN THE WEST IS ACCEPTED BY FREE - THINKERS AS MUCH AS BY CHRISTIANS. IN THE SOVIET WORLD HUMAN DIGNITY COUNTS FOR NOTHING.

IT IS THOUGHT PROPER, AND RIGHT THAT MEN SHOULD BE GROVELLING SLAVES, BOWING DOWN BEFORE THE SEMI-DIVINE BEINGS WHO EMBODY THE GREATNESS OF THE STATE. WHEN A MAN BETRAYS HIS DEAREST FRIEND AND CAUSES HIM, AS A PENALTY FOR A MOMENT'S PEEVISH INDISCRETION, TO VANISH INTO THE MYSTERIOUS HORROR OF A SIBERIAN LABOUR CAMP, WHEN A SCHOOL CHILD, AS THE RESULT OF INDOCTRINATION BY HIS TEACHER, CAUSES HIS PARENTS TO BE CONDEMNED TO DEATH, WHEN A MAN OF EXCEPTIONAL COURAGE, AFTER STRUGGLING AGAINST EVILS, IS TRIED, CONVICTED, AND ABJECTLY CONFESSES THAT HE HAS SINNED IN OPPOSING THE MOLOCH POWER AUTHORITIES, NEITHER THE BETRAYAL NOR THE CONFESSION BRINGS ANY SENSE OF SHAME TO THE PERPETRATOR, FOR HAS HE NOT BEEN ENGAGED IN THE SERVICE OF HIS DIVINITY.

IT IS THIS CONCEPTION THAT WE HAVE TO FIGHT A CONCEPTION WHICH, TO MY MIND AND TO THAT OF MOST OTHERS, IS A CONCEPTION THAT THE WESTERN

WORLD STANDS FOR, WOULD, IF IT PREVAILED,
TAKE EVERY THING OUT OF LIFE THAT GIVES IT
VALUE, LEAVING NOTHING BUT A REGIMENTED
COLLECTION OF GROVELING ANIMALS - I CAN'T
IMAGINE A GREATER OR MORE PROFOUND -
CAUSE TO FIGHT -" (P.P. 663, 684) BASIC
WRITINGS OF B. RUSSELL)

ترجمہ:

انسانی زندگی کے دو مختلف نظریات دنیا پر بچھا جانے کے لئے لگ و دو کر رہے ہیں۔ مغرب میں ہم انسانی عظمت، فرد کی ذاتی زندگی میں دیکھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک عظیم معاشرہ وہ ہے جو ایسے افراد پر مشتمل ہو جو انسانی امکان کی حد تک خوش ہوں، آزاد ہوں اور تخلیقی قوت کے حامل ہوں۔

ہم مصیبتوں اور غربت کے کم ہونے، علم کے زیادہ ہونے اور خوبصورتی اور آسٹ کی چیزوں کی نشوونما کو اہمیت دیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک حکومت ایک سہولت پسندی ہے، نہ کہ پرستش کی چیز!

روسی حکومت کے نزدیک زندگی کا مقصد دوسرا ہے۔ وہاں فرد کی کوئی اہمیت باقیمت نہیں ہے۔ اسے قربان کیا جاسکتا ہے۔ اہم چیز حکومت ہے، جس کو قریب قریب بالکل خدا کا درجہ دے دیا گیا ہے جس کا اپنا ایک الگ مفاد ہے اور جس کا شہریوں کے مفاد سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ نظریہ جو مارکس نے ہیگل سے مستعار لیا ہے۔ بنیادی طور پر عیسائی اخلاق کے خلاف ہے جسے مغرب میں آزاد خیال لوگ بھی اسی طرح قبول کرتے ہیں۔ جس طرح کہ عیسائی آئنا و صدقا کہتے ہیں۔ سوویٹ دنیا میں انسان کی عزت کوئی معنی نہیں رکھتی۔

یہ بالکل مناسب اور صحیح بات سمجھی جاتی ہے کہ عوام ذلیل غلام بن کر رہیں اور نیم خدائی ہستیوں کے سامنے جو حکومت کی عظمت کے آئینہ دار ہوں، ہر وقت سر تسلیم خم کئے رہیں۔ جب ایک آدمی اپنے سب سے پیارے دوست سے بے وفائی کر کے اسے برا فروغی کی حالت میں لمحہ بھر کی بے احتیاجی کی وجہ سے ساہیبریا کے خوفناک لیبر کمیٹی میں جھجوادے۔ یا جب ایک سکول کا بچہ اپنے استاد کی دی ہوئی ترمیمت کی بنا پر rasailojaraid.com ایک ایک مثالی ہمت و جوانمردی

کا مجسمہ برائیوں کے خلاف جدوجہد میں سزا پانے اور اس پر مشدومہ چلایا جائے اور وہ پست ہو کہ تسلیم کرنے لگے کہ اس نے حکومتی طاقت کے بت کے مجاوروں کی مخالفت کہے گناہ کا ارتکاب کیا ہے ایسی صورت میں نہ بے وقافی اور نہ اعتراف کسی بھی بات سے ظالم کو شرم نہیں آتی کیونکہ وہ سوچتا ہے کہ وہ اپنے حکومت کے خدا کی خدشات سرانجام دے رہا ہے۔

یہ وہ فکر اور سوچ ہے جس کے خلاف ہمیں لڑنا ہے۔ میرے خیال میں اور اکثر ان لوگوں کے خیال میں جو یہ جانتے ہیں کہ مغربی دنیا کی نظریے کی حامی ہے۔ یہ سوچ اور انداز فکر وہ ہے جو اگر حلوی ہو جائے تو زندگی میں سے ہر اس چیز کو نکال باہر کرے گا جس کی وجہ سے کہ زندگی کی قیمت سمجھی جاتی ہے اور باقی کچھ نہ رہے گا، سوائے ذلیل جاہلوں کے کہ وہ سب کے۔ آج کل جدوجہد کرنے اور قربانی دینے کے لئے اس سے عظیم اہم اور ضروری کوئی مقصد نہیں ہے۔ اعلاہ خیال میں بھی نہیں آسکتا۔

(دیکھئے رائٹنگز آف برٹریٹڈ رسل، ۱۹۳۷ء، ص ۶۸)

ایک دوسرے مقام پر برٹریٹڈ رسل لکھتا ہے:

"THE REAL QUESTION WE HAVE TO ASK IN CONNECTION WITH LEGALISM ... DO THE CITIZENS EXIST FOR THE SAKE OF THE STATE? OR THE STATE FOR THE SAKE OF CITIZENS? HE HOLDS THE FIRST POSITION AND THE SECOND PHILOSOPHY THAT COMES FROM LOCKE HOLDS THE LATTER." (P. 744, A HISTORY OF WESTERN PHILOSOPHY)

ترجمہ:

ہیگل کے سلسلہ میں اصل سوال جو ہم نے پوچھنا ہے وہ یہ ہے کہ آیا شہریوں کا وجود حکومت کی خاطر ہے یا حکومت شہریوں کی خاطر معرض وجود میں آتی ہے۔ ہیگل پہلا نظریہ رکھتا ہے اور آزاد فلسفہ جو لاک کا مہوں منت ہے، وہ دوسرا نظریہ رکھتا ہے۔

مذکورہ بالا بیانات سے ثابت ہوا کہ جیسا یوں، آزاد فلسفیوں اور مسلمانوں وغیرہم سب کے نزدیک حکومت پرستی کا نظریہ ایسا نیستا کے لئے سب سے تباہ کن نظریہ ہے۔ دیگر یہ کہ آج کل یہ نظریہ دنیا پر چھایا گیا ہے اور اس کے لئے اس نیت کو بچانے کی

ظاہر آج سب سے ضروری جہاد جو کیا جاسکتا ہے، وہ اس نظریے کے خلاف جہاد ہے۔ گویا اسلام ہی نہیں بلکہ آزاد فلسفیوں، عیسائیوں وغیرہ سب کے نزدیک حکومت پرستی کا شرک سب سے بڑا ظلم ہے جو انسانیت پر کیا جاسکتا ہے۔

قرآن نے شرک کو ظلم عظیم قرار دیا ہے (ان الشریک لظلم عظیم) اور حکومت پرستی شرک کی وہ بدترین قسم ہے جس کو نہ صرف مسلمان بلکہ عیسائی اور آزاد خیال فلسفی اور مغربی دنیا کے لوگ مل کر سب سے تباہ کن ظلم عظیم قرار دے رہے ہیں۔ پس یہ وہ جہاد ہے جس پر سوائے کچھ پانگلوں کے ساری دنیا متفق ہے۔ اس طور سے آج ساری دنیا قرآن کے اس بیان پر کہ شرک ظلم عظیم ہے۔ ایمان لا رہی ہے۔ ان میں وہ لوگ شامل ہیں جو نہ صرف قرآن کو نہیں مانتے بلکہ وہ لوگ بھی ہیں جو خدا ہی کے منکر ہیں۔

قرآن نے سچ کہا تھا:

تستوبم آیاتنا فی الآفاق و فی انفسم حتی یقینوا بعد انذرتهم

یعنی ہم ان کو آفاق میں اور خود ان کی جانوں میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے حتیٰ کہ ان پر واضح ہو جائیگا کہ قرآن کا بیان سچ ہی ہے۔

حکومت پرستی کے اس شرک نے نہ صرف سوشلسٹ ممالک کو بلکہ بہت سے دیگر مغربی اور اسلامی ممالک کو بھی اپنی پیٹ میں لے رکھا ہے۔ اسلامی ممالک بھی ایسے ہیں جہاں کی پولیس سیاسی مخالفوں کو بے قصور قید کرتی ہے یا حتیٰ کی آواز اٹھانے کی وجہ سے قید کرتی ہے اور پھر طرح طرح کے ظلم ان پر روا رکھے جاتے ہیں۔ جن میں سے بعض مقامات پر پولیس کی نگرانی میں سیاسی لیڈروں سے جن میں بزرگ بھی تھے اور نوجوان بھی، بالجبر بد فعلیاں کی گئیں اور طرح طرح سے اذیتیں دی گئیں۔ پولیس اچھی طرح جانتی تھی کہ جو کچھ وہ کر رہی ہے، وہ سراسر ظلم ہے۔ مگر وہ اس لئے کرتی رہی کہ حکومت کا نشانہ ہی تھا۔ اور حکومت کو آج کی دنیا میں خدائی مقام حاصل ہے۔ آج کی دنیا میں شرک کی جو قسم عام ہے وہ حکومت پرستی ہے۔ اور اس طرح سے بہت سی نام نہاد اسلامی حکومتیں بھی مسلمانوں کو شرک ہی بنا کر رہی ہیں۔

برٹریڈ رسل کے بیانات سے واضح ہو جاتا ہے کہ سوشلزم کا نظریہ جدید حکمرانوں میں کیوں مقبول ہے؛ ہر حکمران کو، سوائے اس کے جو خوف خدا رکھتا ہے، سوشلزم کا نظریہ یا لیوں کیسے کہ حکومت پرستی کا نظریہ اسی لئے محبوب www.rasailojaraid.com کا مالک بنا دیا جاتا ہے۔ اور

اس نظریہ کے تحت اس کو فعال المایریدہ یعنی جو چاہے سو کرے گا منقام مل جاتا ہے۔

آج ہر مسلمان بلکہ ہر انسان کا فرض اولیٰں یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو، عوام کو اور اپنی حکومت کو اس شرک عظیم، ظلم عظیم اور تباہی کے اس حبیبِ غار میں گرنے سے بچائے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام حکمرانوں کو قرآن و سنت کا پابند کرتا ہے اور اسلامی قانون سے کسی صورت میں تجاوز کی اجازت نہیں دیتا۔ اور جو وحی منزلہ کے خلاف فیصلے کریں، ان کو بیک وقت تین بدترین خطابات دیتا ہے، یعنی کافر، ظالم اور فاسق:

ومن لم یحکم بما انزل اللہ . . .

. . . فاولئک ہم الکافرون ،

. . . فاولئک ہم المظالمون ،

. . . فاولئک ہم الفاسقون !

یعنی جو وحی منزلہ کے مطابق فیصلے نہ کریں تو وہی لوگ کافر ہیں . . . وہی لوگ ظالم ہیں . . . وہی لوگ فاسق ہیں !

یہ تو وہ خطابات ہیں جو قرآن مجید ایسے لوگوں کو دیتا ہے، اب ذرا عقلی طور پر بھی ملاحظہ فرمائیے کہ وحی منزلہ کے خلاف فیصلے کرنے سے کیا نتائج برآمد ہوتے ہیں اور انسان انجانے میں کس قدر فاس غلیظوں کا مرتکب ہو بیٹھتا ہے۔

آئین کی آرٹیکل نمبر ۲۲۸ خود آئین کی آرٹیکل نمبر ۲ سے متصادم ہے؛

آئین کی آرٹیکل نمبر ۲۲۸ کی رو سے، صدر، گورنر، وزیراعظم، وفاقی وزراء، صوبجات کے چیف منسٹر اور صوبائی وزراء کو عدالت میں جراب دہ ہونے سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ یہ آرٹیکل خود آئین کی آرٹیکل نمبر ۲ کے خلاف ہے اور جو غلطی یا جہالت کی بنا پر پاس کر دی گئی ہے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو مرض الموت میں مسجد میں اگر قصاص کے لئے پیش کیا اور فرمایا کہ اگر کسی کے جسم یا آبرو کو میری وجہ سے گزند پہنچا ہو تو وہ قصاص لے سکتا ہے اور اگر میرے ذمہ کسی کی رقم بقایا ہو تو وہ بھی لے سکتا ہے۔

مجمع میں سنا تھا۔ صرف ایک شخص نے چند روپوں کا دعویٰ کیا، جو اسی وقت ادا کر دیئے گئے

اس سے قبل بھی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں کچھ اشیاء تقسیم کر رہے تھے، ایک شخص آپ پر لڑ گیا۔ آپ کے دست مبارک میں اس وقت کھجور کی ایک پتی سی پھڑپی تھی۔ آپ نے اس شخص کو ہٹانا چاہا تو وہ پھڑپی اس کے چہرے پر لگ گئی اور خاشاک آ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فوراً فرمایا کہ تو اپنا قصاص لے لے، مگر اس شخص نے کہا کہ میں نے معاف کر دیا۔ یاد رہے کہ مسلمانوں کے اوہیں دھرم میں مسجد ہی عدالت کا کام دیتی تھی۔ گویا اس طرح، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو عدالت میں قصاص کے لئے پیش کر دیا۔

اسی طرح غلغائے راستہ میں بھی عدالتوں کے سامنے پیش ہوتے رہے ہیں اور عدالتیں ان کے خلاف ڈگری دیتی رہی ہیں۔

حضرت عمرؓ نے مسجد نبوی کی توسیع کے لئے حضرت عباسؓ کا مکان خریدنا چاہا۔ مگر انہوں نے کسی قیمت پر بھی فروخت کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے مسجد کی اہمیت کے پیش نظر بالجبر خریدنے کا ارادہ کیا۔ آخر مقدمہ ابی بن کعب کی عدالت میں گیا۔ انہوں نے ڈگری حضرت عمرؓ کے خلاف دے دی اور فیصلہ دے دیا کہ آپ مکان بالجبر نہیں خرید سکتے اور اس کے لئے حدیث بھی پیش کی۔ جس کی تفصیل تاریخ و احادیث کی کتب میں دیکھی جاسکتی ہے۔ طبقات ابن سعد نے دو مختلف اسناد سے اس کو روایت کیا۔ اسی طرح مستدرک حاکم اور بیہقی میں مختلف اسناد سے یہ روایت مروی ہے۔ شاہ ولی اللہ نے اس کو مفصلاً ازالۃ الخفا میں بیان کیا ہے۔ شبلی نے القاویق میں اس کو بیان کیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ حدیث کے علاوہ قرآن کی اس آیت:

«الان یتکون تجارۃ من تراخی منکم»

یعنی سوائے اس کے کہ یہ تجارت دبا ئع اور مشتری بچہ دونوں کی باہمی رضامندی سے ہو۔

... سے بھی ثابت ہے۔

اسی طرح حضرت علیؓ کی زرہ چوری ہو گئی تو حضرت علیؓ نے اس کو ایک یہودی کے پاس دیکھ کر پہچان لیا۔ آپ نے اس کو چھینا نہیں بلکہ تاحی شریح کی عدالت میں مقدمہ پیش کر دیا۔ تاحی نے مناسب شہادتیں نہ ہونے کی بنا پر ڈگری حضرت علیؓ کے خلاف دے دی۔ اس انصاف کو دیکھ کر

یہودی مسلمان ہو گیا اور اپنے جرم کا اعتراف کر لیا۔

یہ قصہ مشہور ہے اس لئے ہم نے اس کی تفصیلات بیان نہیں کیں۔ غرض خلفائے راشدین اور بعد کے خلفاء مثلاً منصور، ہارون الرشید وغیرہم بھی عدالتوں میں پیش ہوتے رہے اور ڈگریاں حسب انصاف دی جاتی رہیں۔

خود ہندوستان میں بادشاہوں کے عدالتوں میں ڈگریاں دیتی رہی ہیں۔ مثلاً سلطان محمد تغلق کے عدالتوں میں تین مرتبہ ڈگریاں دیں۔ ایک مقدمہ میں تو سلطان محمد تغلق نے ایک لڑکے کو قصاص میں لکھیا اور ایک مرتبہ اس میں سلطان کی کلاہ بھی گر پڑی۔ اس واقعہ کو ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ تینوں واقعات میرے چشم دید ہیں۔ یاد رہے کہ ابن بطوطہ بھی کچھ عرصہ ہندوستان میں قاضی کے عہدے پر فائز رہا۔ ایک دفعہ بشر صاحب نے کہا تھا کہ ہم عدالتوں کو خلفائے راشدین کا درجہ نہیں دے سکتے۔ مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ بشر صاحب عدالتوں کو تو وہ درجہ دے نہیں سکتے جو خلفائے راشدین نے عدالتوں کو دے رکھا تھا۔ مگر خود خلفائے راشدین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ کر حق اور قوت اپنے لئے اور اپنے ساتھی وزراء کے لئے حاصل کر لی۔ اس طرح سے موجودہ حکومت اور حزب اختلاف دونوں نے عدالتوں کے حقوق غصب کر لئے اور عدالتوں کو مجبور کر دیا کہ وہ وزراء کو خلفائے راشدین سے بھی برتر سمجھیں۔ اسلام اور مساوات محمدی پر اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہو سکتا ہے کہ بھارت کی اندرا گاندھی تو اپنے ملک کی عدالت میں حاضر ہو اور مساوات محمدی کے علمبردار وزراء اپنے آپ کو ملک کی عدالت میں حاضری سے مستثنیٰ قرار دلوائیں۔ مساوات محمدی اور اہالیان پاکستان کی اس سے بڑھ کر اور کیا تزیل ہو سکتی ہے؟ اس آرٹیکل کے بارے میں اگر کوئی بھارتی کسی پاکستانی سے یہ پوچھے کہ کیا یہ مساوات محمدی ہے؟ تو ہم شرم سے زمین میں گر جانے کے علاوہ اور کیا کر سکتے ہیں؟

مذکورہ بالا باتوں سے ثابت ہو گیا کہ آج کی جمہوری حکومتوں میں اتنا انصاف اور اتنی مساوات بھی نہیں جتنی کہ ہندوستان کے شاہی دور میں ہو ا کرتی تھی۔ گویا یہ جمہوریت ہندوستان کی بادشاہت سے بھی گئی گذری ہے۔ بلکہ انصاف اور مساوات کے ان بنیادی اصولوں کی بھی منکر ہے جو اسلام نے مقرر کئے ہیں اور جن کے انکار کی بادشاہوں کو بھی جرأت نہ ہو سکی۔

افسوس کہ مساوات کا دعوے داروں نے اپنے اپنے مفادات کی تردید کر دی۔ اس

سلسلہ میں حزب اختلاف بھی مجرم ہے، ہم ان کو بھی معاف نہیں کر سکتے کہ یہ مذہبی معاملہ ہے۔ کوئی شخص مسلمان رہتے ہوئے، کبھی بھی کسی حاکم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین سے بڑھ کر نہ مقام دے سکتا ہے اور نہ حق دے سکتا ہے۔ یہ اسلامی اصولوں کا حکم کھلا تو لی اور عملی انکار ہے۔ اور اسلام کے اصولوں کا قرنی اور عملی انکار اور حکام کو وہ مقام دینا جو خلفائے راشدین اور صحابہؓ کو کبھی حاصل نہ تھا۔ یہ کفر ہے، ظلم ہے یا فسق ہے، غیبا نیکی یا جمہوریت یا مساوات کیا ہے، ناظرین خود اس کا فیصلہ کریں۔ البتہ احکم الحاکمین اور قرآن کریم کا ارشاد گرامی یہی ہے کہ:

”ومن لم يحکم بما انزل الله فاولئك هم الکافرون“

کہ جو اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے احکامات کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہ کافر ہیں! اب ناظرین کی مرضی ہے کہ وہ حکومت کی مقرر کردہ اور حزب اختلاف کی تصدیق کردہ مساوات پر ایمان لائیں یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کے مقرر کردہ اصولوں کو اچھا تو علامہ انبیا کی زبان میں صرف یہی عرض کرنا ہے کہ ع

مجھے بتاؤ یہی اور کافر کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ کے کسی حکم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فیصلے سے انکار کے بعد انسان مومن نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح حکام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین سے بڑھ کر مقام دینا بھی کسی طور مومن کی نشانی نہیں۔ یہ کچھ نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر یا آپ کے احکام کے خلاف احکام نافذ کرنا احکام الہی میں شراکت کے مترادف ہے اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

”لايشرك في حكمه احدا“

کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنے حکم میں شریک نہیں فرماتا! یہی وجہ ہے کہ حکومت پرستی کو شرک کہا گیا ہے۔ مزید سنئے، حق تعالیٰ فرماتا ہے:

”فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما“ (النساء: ۶۵)

ترجمہ!

سو قسم ہے تیرے رب کی! یہ مومن نہیں ہوں گے جب تک کہ تمہیں اپنے جھگڑوں میں حکم نہ دیا جائے، پھر جو فیصلہ تم کو دیا جائے اس کے لیے تمہیں کوئی بھی حسوس نہ کریں بلکہ بسر و چشم

اسے قبول کر لیں!

یہ ظاہر ہے کہ حضورؐ کا یہ فیصلہ ہے کہ حکام چاہے وہ صدر یا وزیر ہوں، وہ عدالت کے سامنے پیش ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے آپ کو پیش کیا۔ خلفائے راشدین نے اپنے کو قضا ص کے لئے پیش کیا۔ عدالتوں سے خلفائے راشدین کے خلاف ڈگریاں ملتی رہیں اور وہ ان ڈگریوں کو تسلیم کرتے رہے۔ تو ایسی صورت میں قرآن و حدیث کی روشنی میں ان حکام کو مسلمان تصور کیا جاسکتا ہے جو قوی و عملی طور پر اس کے خلاف آئین میں اپنے لئے تحفظ لکھتے ہوں اور اس پر دستخط کرتے ہوں۔ اس سلسلے میں حزب اختلاف کے جن لوگوں نے آئین پر دستخط کئے وہ بھی ان کے ذیل میں ہی آجاتے ہیں۔ اب رہائی کی صورت یہی ہے کہ جو کام جان بوجھ کر یا جہالت میں ہو گیا، اس پر اپنے رب سے گڑ گڑا کر معافی مانگیں اور توبہ کر کے آئین کی اس شق کو ختم کر دیں۔ اور اس کی جگہ یہ لکھیں کہ ہر حاجی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ صدر، وزیر یا جس کو چاہے عدالت میں طلب کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ آئین میں خود آئین کی دفعہ نمبر ۴ کی رو سے کئی تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔ جب آئین میں کہا گیا ہے کہ اسلام حکومت کا مذہب ہے تو ثابت ہو گیا کہ آئین کی اگر کوئی دفعہ یا ملک کا کوئی قانون اس کے خلاف ہے تو وہ کالعدم تصور ہوگا۔

(جاری ہے)

اعتذار

ترجمان کے گذشتہ شماروں میں مولانا عبدالغفار اثر کے مضمون "کیا ظہور امام مہدی قریب ہے؟" اور مولانا محمد عبید اللہ عقیق کے مضمون "مسئلہ حیات و نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام" کی چند قسطوں کا شائع ہو چکی ہیں۔ لیکن اب ان دونوں حضرات نے (اول الذکر نے) اپنی علالت طبع کی بنا پر اور مؤخر الذکر نے اپنی تدریسی مصروفیات کی بنا پر) ان مضامین کو مکمل کرنے سے معذوری کا اظہار کیا ہے۔ ادارہ نہایت انوس کے ساتھ اس امر پر معذرت خواہ ہے۔ امید ہے ہمارے قارئین محسوس نہیں فرمائیں گے۔